مبلغ اسلام

مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ

سید منور علی شاہ بخاری (امریکہ)

مبلغِ اسلام

مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ

ترتیب۔سیّد منور علی شاہ بخاری قادری رضوی غورغشتوی (امریکہ)

مولانا رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن محلّہ دربارکلاں کیرانہ ضلع مظفر نگر (یوپی۔ بھارت) میں جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلۂ نسب اکتیس واسطوں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، اسی خاندان کے ایک بزرگ گاذرون سے ہجرت کرکے پانی پت (کرنال۔ ہندوستان) آکر سکونت پذیر ہوگئے تھے، جن کی اولاد میں خواجہ مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء (پ ۶۳۵ھ۔ف ۷۵۲ھ) ایک نامور بزرگ گزرے ہیں، مولانا رحمت اللہ کیرانوی انہیں بزرگ کی چودھویں پشت میں آتے ہیں۔بارہ برس کی عمر میں قرآن کریم اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر تحصیل علم کے شوق میں دہلی چلے آئے اور مولانا محمد حیات (خلیفہ حضرت شاہ سلیمان تونسوی) کے مدرسے میں داخل ہوگئے، یہ مدرسہ شاہ سیّد صابر علی معروف بہ ''صابر بخش'' کی خانقاہ میں قائم تھا، اس کے علاوہ آپ نے مفتی سعد اللہ مراد آبادی، مولانا عبدالرحمٰن چشتی، مولانا احمد علی مظفر نگری، مولانا امام بخش صہبائی سے درس نظامی کی تکمیل کی اور شاہ عبدالغنی وغیرہ سے دورہ حدیث پڑھا، طب کی تعلیم حکیم فیض محمد حاصل کی۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد ۱۲۵۶ھ میں شادی ہوئی، دہلی میں کچھ عرصہ ملازمت کی، اس دوران والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو آپ وطن واپس آکر درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔آپ کے بعض اہم شاگردوں مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری، مصنف انوار ساطعہ (متوفی ۱۳۱۸/ ۱۹۰۰ء) مولانا شاہ ابوالخیر دہلوی (متوفی ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء)، مولانا عبدالوہاب ویلوری (بانی مدرسہ باقیات الصالحات، مدراس) اور مولانا نور احمد امرتسری (متوفی ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء)، مولانا احمد دین چکوالی (متوفی ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۹ء)، مولانا حافظ الدین دجانوی (متوفی ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) کے علاوہ متعدد کیرانوی مشاہیر شامل ہیں۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے جس دور میں آنکھیں کھولیں، مسلمانوں کے لئے وہ بڑا رستاخیز دور تھا، نہ صرف برصغیر بلکہ پورا عالم اسلام نوآبادیات کے پنجوں میں جکڑا ہوا تھا، انگریزوں نے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے ہندوستان کے طول وعرض میں مشن اسکول، مشن اسپتال اور مشن فنڈ قائم کئے، برطانیہ سے پادریوں کی ایک پوری کھیپ ہندوستان آئی اور اپنے مشن کا آغاز کردیا، مبلغ اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ نے اس

طرف توجہ دی اور ''ازالۃ الاوھـــــام'' کے نام سے عیسائیت کے رد میں ایک کتاب تالیف کرنی شروع کی، اسی دوران آپ کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، تاہم پادریوں کی یلغار ہندوستان کے قریہ قریہ تک پہنچ گئی، چنانچہ مولانا کیرانوی نے مولانا احمد بٹالوی، مولانا ولی اللہ لاہوری، مولانا فیض احمد بدایونی اور ڈاکٹر وزیر خاں کو عیسائیت کی تردید کے لئے تیار کیا۔

جرمن نژاد پادری سی جی فنڈر تمام پادیوں کا سربراہ تھا، اس نے ہندستان آکر مشنریز کی سرگرمیاں تیز کیں، اس نے آگرہ کو اپنا مستقر بنایا، اور وہیں اپنی کتاب ''میزان الحق'' کا اُردو ترجمہ شائع کرایا، یہ کتاب نہ صرف انتہائی جارحانہ تھی بلکہ اسلامی مقدسات کی تنقیص وتوہین سے پُر تھی۔

اس کتاب کا پہلا جواب مولانا آل حسن موہانی (متوفی ۱۸۷۲ء) نے ''استفسار'' کے عنوان سے دیا، مولانا آل حسن، مولانا حسرت موہانی کے پڑ نانا تھے، لیکن فنڈر کی قیادت میں عیسائی مبلغین کی سرگرمیاں روز بروز بڑھتی گئیں، انہیں حکومت کا مکمل تعاون حاصل تھا، ممالک متحدہ آگرہ اور اودھ کا لیفٹیننٹ گورنر ولیم میور، پادری فنڈر کا ذاتی دوست تھا، میور کی کتاب ''لائف آف محمد'' پر فنڈر کی کتابوں بالخصوص ''میزان الحق'' کے گہرے اثرات ملتے ہیں، بلکہ بعض مصادر کی رو سے میور نے یہ کتاب فنڈر کے مشورے پر ہی لکھی تھی۔

اس صورت حال سے اسلامیان ہند میں شدید تشویش و بے چینی تھی۔ مسلم قیادت بھی سخت اضطراب میں تھی، ان چیرہ دستیوں کا جواب دینے کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو جرأت وشہامت سے بھی متصف ہو اور علم ولیاقت سے بھی، جو نہ صرف علوم اسلامیہ پر پوری قدرت رکھتا ہو بلکہ عیسائی مذہبی علوم سے بھی کما حقہ واقف ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے پادری فنڈر کو مناظرے کا چیلنج دیا۔

(سہ ماہی ''افکار رضا'' ممبئی، شمارہ جنوری تا جون ۲۰۰۲ء، ص ۳۷ تا ۳۹)

اس چیلنج کے بعد مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا امیر اللہ کے ہمراہ پادری فنڈر کے مکان پر گئے تاکہ مناظرہ کا وقت طے کریں، مگر ملاقات نہ ہو سکی، پھر باہمی خط و کتابت کے ذریعہ محلّہ عبدالمسیح آگرہ میں ۱۱ رجب ۱۲۷۰ھ/ ۱۰ اپریل ۱۸۵۴ء بروز پیر کو علی الصبح مناظرہ طے ہوا، اس مناظرہ کے بنیادی موضوعات (۱) نسخ بائبل (۲) تحریف بائبل (۳) تثلیث اور الوہیت مسیح (۴) اثبات نبوت محمدی۔

مسلمانوں کی طرف سے مناظر اول مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مناظر دوم ڈاکٹر وزیر خاں، اور مولانا فیض احمد بدایونی مقرر ہوئے، عیسائیوں کی طرف سے مناظر اول پادری فنڈر فرنچ تھے، اس مناظرہ کے پہلے اجلاس میں جو لوگ شریک تھے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

مفتی ریاض الدین، مفتی خادم علی، مفتی سرج الحق، مولانا حضور احمد سہوانی، مولانا امیر اللہ مختار رلجہ بنارس، مولانا قمر الاسلام خطیب مسجد آگرہ، مولانا سراج الاسلام، مولانا کریم اللہ بچرایونی، حکیم قاضی فرخند علی گوپاموی، مسٹر اسمتھ حاکم صدر دیوانی، مسٹر کرسچن سکنڈ صوبہ بورڈ، مسٹر ولیم میور مجسٹریٹ علاقہ فوج، مسٹر لیڈلی ترجمان حکومت، پادری ولیم گلنن، پنڈت جگن کشور، راجا بلوان سنگھ بنارس اور اس کے علاوہ ہر گروہ کے ممتاز لوگ شامل تھے، اس مناظرہ میں یہ شرط بڑی خصوصیت کی حامل تھی کہ اگر پادری فنڈر شکست کھا گیا تو وہ اسلام قبول کرلے گا، اور اگر مولانا کیرانوی ہار گئے تو وہ عیسائیت قبول کرلیں گے، اس لئے عوام وخواص کو اس مناظرے سے بے حد دلچسپی ہوگئی تھی، سب سے پہلے پادری فنڈر کھڑا ہوا اور کہا:

''یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ مناظرہ کیونکر منعقد ہوا، یہ مولانا رحمت اللہ کی سعی وکوشش اور خواہش کا نتیجہ ہے، اس سے فائدہ کی صورت میرے نزدیک نظر نہیں آتی، میری تمنا یہ ہے کہ دین عیسوی کی حقیقت مسلمانوں کے سامنے رکھوں، مباحثہ کا عنوان نسخ وتحریف، الوہیت، حیات مسیح، تثلیث اور رسالت محمد ﷺ طے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد مولانا کیرانوی کھڑے ہوئے اور انجیل کی نسخ وتحریف پر بڑی فاضلانہ بحث کی اور عیسائیوں کی کتابوں سے نسخ وتحریف ثابت کی، چنانچہ پادری فنڈر نے سات آٹھ جگہ تحریف کا اقرار کیا، مولانا قمر الاسلام اور مفتی خادم علی نے کہا ''لکھو کہ پادری فنڈر نے سات آٹھ جگہ تحریف کا اقرار کیا ہے''۔

پادری فنڈر نے کہا، ہاں لکھ لو مگر اس سے کتب مقدسہ کی صحت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اس پر مولانا کیرانوی نے فرمایا کہ جس وثیقہ میں ایک جگہ تحریف ثابت ہو جائے تو وہ قابل اعتبار نہیں رہتا، یہاں تو پادری صاحب خود سات آٹھ جگہ تحریف کا اقرار کر رہے ہیں، اس گفتگو پر مناظرہ دوسرے دن کے لئے ملتوی ہوگیا۔

دوسرے روز ۱۲؍رجب ۱۲۷۰ھ/۱۱؍اپریل ۱۸۵۴ء بروز منگل صبح کو دوبارہ مناظرہ شروع ہوا، جس میں مندرجہ ذیل افراد شریک تھے، مفتی ریاض الدین، مفتی اسد اللہ صدر الصدور، مولانا فیض احمد، مولانا حضور احمد، مولانا امیر اللہ، مولانا قمر الاسلام، مولانا امجد علی وکیل، مولانا سراج الحق، منشی خادم علی، مولانا امیر علی شاہ، مولانا قمر الدین، مولانا مظفر علی شاہ جعفری، سید صفدر علی شاہ شکوہ آبادی، مولانا امیر اللہ وکیل، مولانا معین الدین، سید باقر علی شاہ، مولانا کریم اللہ خاں بچرایونی، سید حافظ حسین شاہ، حافظ خدا بخش، ڈاکٹر الہام اللہ گوپاموی، مفتی افہام اللہ ساحر، قاضی باقر علی ہمدانی، مولانا سید مددعلی شاہ تپش، مرزا زین العابدین، سید فضل حسین، ڈاکٹر وزیر الدین فرخ آبادی، غلام محمد خاں، خلیفہ گلزار علی اسیر، غلام قطب الدین خاں باطن، مولانا سراج الاسلام اور دوسرے بے شمار لوگ موجود تھے۔

پہلے دن کے مناظرہ کی شہرت عام ہو چکی تھی، اس لئے دوسرے دن حاضرین کی تعداد زیادہ تھی، اس اجلاس میں انجیل میں تحریف کی بقیہ بحث جاری رہی، شکست خوردہ کی برافروختگی طبعی امر ہے، اس لئے پادری فرنچ بار بار ترش روی کا مظاہرہ کرتے، چنانچہ یہ اجلاس بھی اختتام بحث کے بغیر ہی ختم ہو گیا۔

تیسرے روز پادری فنڈر میدان مناظرہ میں نہ آیا اور اپنی اس خفت کو مٹانے کے لئے مولانا کیرانوی کو خط لکھا کہ آپ نے دوران مناظرہ جو عبارات پیش کی تھیں میں نے ان پر اعتماد کر لیا تھا، لیکن بعد میں جب اصل عبارات کو دیکھا تو مطلب کچھ اور نکلا، اس لئے میں وہ تمام عبارات بھیج رہا ہوں، حضرت مولانا کیرانوی نے پادری فنڈر کے تمام سوالوں کا جواب دیا اور یہ خط و کتابت کافی دنوں تک جاری رہی۔

اس شکست و گریخت کے بعد ایک عرصہ بعد پادری فنڈر نے ڈاکٹر وزیر خاں سے دوبارہ چھیڑ چھاڑ شروع کی تو ڈاکٹر صاحب نے اسے لکھا :

''پہلے آپ مولانا رحمت اللہ صاحب کی باتوں کا جواب دیجئے اس کے بعد اگر مباحثہ کرنا ضروری ہے تو اپنی کتب دینیہ سے ہاتھ دھو کر ان کو موافق اصلاح اہل اسلام کے منسوخ محرف مان کر تثلیث کے میدان میں قدم رکھیں، جب یہ مسئلہ طے ہو جائے گا تو حضرت خاتم المرسلین کی نبوت کے عنوان پر گفتگو کی جائے گی''۔

(تجلیات مہر انور، از شاہ حسین گردیزی، مطبوعہ مکتبہ مہریہ گولڑا، اسلام آباد، ص ۳۱۰ تا ۳۱۴)

جنگ آزادی میں مولانا کیرانوی کا کردار

مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی مذہبی حمیت نے انگریزوں کی اس بے دینی کو برداشت نہ کیا، اور اسلام کی مدافعت کے لئے میدان عمل میں نکل آئے، لیکن اب دیوبندی مکتب فکر کا اصرار ہے کہ جہاد حریت اور مدافعت اسلام کے سلسلہ میں خدمات انجام دینے والا طبقہ تھانہ بھون، نانوتہ، گنگوہ اور ڈابھیل سے نکلا اور ان صوفیائے کرام نے تو مجالس میلاد، فاتحہ خوانی اور عرس منعقد کرنے کے سوا کچھ نہ کیا، حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ صوفیائے کرام کا یہی طبقہ تھا جس نے نہ صرف دین کی حمایت کے لئے مرہٹوں، سکھوں، جاٹوں، ہندوؤں اور عیسائیوں سے علمی اور عملی جہاد کیا، اور انہوں نے اپنی زبان، قلم، علم اور عمل سے اسلام کے دشمنوں کو ہر محاذ پر شکست دی، اور ان ہی کی مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج اسلام باقی ہے اور مسلمانوں کے دل اللہ اور رسول ﷺ کی محبت سے سرشار ہیں، نام نہاد جہادی مکتب فکر کا کہنا ہے کہ جہاد حریت کے لئے علمائے دیوبند بھی مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی طرح سرگرم عمل تھے، حالانکہ اس سلسلہ میں دیوبندی علماء کا مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے کوئی تعلق نہیں، یہ لوگ تو مجاہدین کو باغی کہتے تھے، دیوبندی مولوی محمد تقی عثمانی (کراچی) نے مولانا کیرانوی علیہ الرحمہ کی کتاب ''اظہار الحق'' کے اردو

ترجمہ ''بائبل سے قرآن تک'' کے مقدمہ میں دھاندلی سے کام لیتے ہوئے ص ۱۹۷ پر دیوبندی علماء کو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا مجاہد ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جو کہ حقائق کے برعکس ہے، دیوبندی علماء کا جہاد جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں کردار درج ذیل ہے۔

علماء دیوبند اور جهاد جنگ آزادی

اس سلسلے میں مولوی گنگوہی کے سوانح نگار عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں کہ :

''جب ''بغاوت'' و ''فساد'' کا قصہ فروع ہوا اور ''رحم دل'' گورنمنٹ نے دوبارہ غلبہ پاکر ''باغیوں'' کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفسدوں کو سوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیر خواہ اپنے کو ظاہر کریں، انہوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات پر بھی بغاوت کا الزام لگایا اور یہ مخبری کی کہ تھانہ بھون کے فساد میں اصل الاصول یہی لوگ تھے، اور شاملی کی تحصیل پر حملہ کرنے والا یہی گروہ تھا، بستی کی دکانوں کے چھپر انہوں نے تحصیل کے دروازہ پر جمع کئے اور اُس میں آگ لگادی......سرکاری خزانہ لوٹا حالانکہ یہ کمبل پوش فاقہ کش نفس کش حضرات فسادوں سے کوسوں دور تھے''۔

(تذکرۃ الرشید'' مطبوعہ ساڈھورہ، ص ۷٦)

مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا کہ تم نے مفسدوں (مجاہدین جنگ آزادی) کا ساتھ دیا اور فساد کیا؟ مولوی رشید احمد گنگوہی نے جواب دیا:

''ہمارا کام فساد نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی''

سوال ہوا کہ تم نے سرکار کے مقابلہ میں ہتھیار اُٹھائے ؟ مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنی تسبیح کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ہمارا ہتھیار تو یہ ہے''۔

(تذکرۃ الرشید، ص ۸۵)

سوانح نگار عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں کہ مولوی رشید احمد گنگوہی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ:

''میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار (انگریز) مالک ہے اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے''۔

(تذکرۃ الرشید، ص ۸۰)

یہی عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:

''ہر چند کہ یہ حضرات حقیقۃً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی ومفسد اور مجرم سرکاری خطاوار ٹھیرا رکھا تھا اس لئے گرفتاری کی تلاش تھی مگر حق تعالیٰ کی حفاظت برسر تھی اس لئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے''۔

(تذکرۃ الرشید،ص ۷۹)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور جہاد جنگ آزادی

مشہور دیوبندی مؤرخ پروفیسر محمد ایوب قادری (متوفی ۱۹۸۳ء۔کراچی) لکھتے ہیں:

'ضلع مظفر نگر (یوپی) کے دوسرے محاذ کیرانہ پر امیر جہاد مولوی رحمت اللہ کیرانوی تھے جو مذہب عیسوی کے رد میں شہرت عظیم رکھتے تھے اور مناظر کامل تھے، کیرانہ میں مولوی رحمت اللہ نے یہ (جہاد کا) فرض پورا کیا، مولانا رحمت اللہ نے انگریزی فوج کا مقابلہ کیا، چونکہ کرانہ اور اس کے نواح میں مسلم گوجروں کی آبادی ہے لہذا مولوی رحمت اللہ کیرانوی کے ساتھ گوجروں کی قیادت چودھری عظیم الدین کررہے تھے، اس زمانے میں نماز عصر کے بعد مجاہدین کی تنظیم وتربیت کے لئے کیرانہ کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نقارہ کی واز پر لوگوں کو جمع کیا جاتا اور اعلان کیا جاتا ''ملک خدا کا، حکم مولوی رحمت اللہ کا''۔ اس کے بعد جو کچھ کہنا ہوتا تھا وہ عوام کو سنایا جاتا، کیرانہ کے محاذ پر بظاہر شکست کا امکان نہ تھا مگر بعض ابنائے وطن کی زمانہ سازی اور مخبروں کی سازش نے حالات کا رخ بدل دیا، کیرانہ میں گورا فوج اور توپ خانہ داخل ہوا، محلّہ دربار کے دروازے کے سامنے توپ خانہ نصب کیا گیا اور گورہ فوج نے محلّہ دربار کا محاصرہ کرلیا، ہر گھر کی تلاشی لی گئی، عورتوں، بچوں اور ہر شخص کو فرداً فرداً دربار سے باہر نکالا گیا، اس لئے کہ مخبر نے اطلاع دی تھی کہ مولانا دربار میں روپوش ہیں۔

کیرانہ کے قریب ''پنجیٹھ'' مسلمان گوجروں کا ایک گاؤں ہے جہاں مولانا رحمت اللہ اپنی باقیماندہ فوج کے ساتھ پہنچے، خود پنجیٹھ کے لوگ بھی مجاہدین میں شریک تھے، اسی دوران گورا فوج کے ایک گھوڑ سوار دستہ نے پنجیٹھ کا رُخ کیا، کیرانہ اور قرب وجوار کے تمام حالات کی اطلاع مولانا کو ملتی رہتی تھی، پنجیٹھ کے مکھیا (گاؤں کا چودھری یا نمبردار) کو جب فوج کا آنا معلوم ہوا تو اس نے جماعت کو منتشر کردیا اور مولانا رحمت اللہ سے کہا کہ کھر پا لے کر کھیت میں گھاس کاٹنے چلے جائیں، گا فوج اسی کھیت کی پگڈنڈی سے گذری، مولانا رحمت اللہ فرمایا کرتے تھے ''میں گھاس کاٹ رہا تھا اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو کنکریاں اُڑتی تھیں وہ میرے جسم پر لگتی تھیں اور میں ان کو اپنے پاس سے گذرتا ہوا دیکھ رہا تھا''۔

گورا فوج نے گاؤں کا محاصرہ کیا، مکھیا کو گرفتار کرلیا گیا، پورے گاؤں کی تلاشی لی گئی، مگر مولانا کا پتہ نہ چلا مجبوراً یہ فوجی دستہ کیرانہ واپس ہوا، حالات پر قابو پالیا گیا مولانا رحمت اللہ کے خلاف مقدمہ قائم ہوا، وارنٹ جاری ہوا، آپ کو مفرور و باغی قرار دے کر گرفتاری کے لئے ایک ہزار روپیہ کے انعام کا اعلان ہوا، مولانا اپنا نام مصلح الدین بدل کر دہلی پیدل روانہ ہوگئے، یہ بڑی سخت آزمائش کا وقت تھا، ایمانی عزم وہمت اور صبر و استقلال کے ساتھ جے پور اور جودھپور کے مہیب ریگستانی جنگلوں اور خطرناک راستوں کو پاپیادہ طے کرتے ہوئے سورت پہنچے اور وہاں سے مکہ روانہ ہوگئے۔

مولانا رحمت اللہ کے حجاز چلے جانے کے بعد ان کے خاندان کی جائداد ضبط ہوکر نیلام ہوئی، مولانا کی جائداد کیرانہ کے علاوہ پانی پت میں بھی تھی، پانی پت کی جائداد ایک مخبر شخص کمال الدین کی مخبری پر نیلام ہوئی، جائداد کے نیلام کا فیصلہ ڈپٹی کمشنر کرنال نے ۳۰رجنوری ۱۸۶۲ء کو کیا"۔

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء" مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء کے صفحہ ۱۸۵تا۱۸۶)

مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ کی ملاقات شیخ العلماء علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی مفتی شافعیہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء) سے ہوئی، تعارف کے بعد انہوں نے گھر پر دعوت کی اور بڑی محبت سے پیش آئے، اسی دوران قسطنطنیہ (استنبول۔ترکی) سے سلطان عبدالعزیز نے امیر مکہ شریف عبداللہ پاشا کو حکم بھیجا کہ اس سال ہندوستان سے جو علماء کرام حج کے لئے آئیں، اُن سے آگرہ میں پادری فنڈر اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے مناظرہ کی تفصیلات معلوم کرکے روانہ کریں، امیر مکہ نے اس بات کا ذکر مفتی مکہ شیخ احمد دحلان سے کیا، مفتی مکہ نے کہا کہ مولانا کیرانوی بذاتِ خود یہاں موجود ہیں، میں آپ سے ان کی ملاقات کرائے دیتا ہوں، چنانچہ آپ کی ملاقات امیر مکہ سے ہوئی، امیر مکہ نے تمام صورت حال سے سلطان عبدالعزیز کو آگاہ کیا، چنانچہ آپ ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۴ء میں شاہی مہمان کی حیثیت قسطنطنیہ پہنچے، مولانا کیرانوی کی دارالحکومت میں طلبی کی وجہ یہ تھی کہ پادری فنڈر ہندوستان سے ناکام ہوکر واپس لندن گیا تو "چرچ مشنری سوسائٹی لندن" نے اسے ترکی میں دین عیسوی کی تبلیغ کے لئے بھیجا، پادری فنڈر نے وہاں کے مسلمانوں کو یہ تاثر دیا کہ ہندوستان میں عیسائیت کو فتح اور اسلام کو شکست ہوچکی ہے، وہاں کے علمائے اسلام لاجواب ہوچکے ہیں اور ہندوستانی مسلمان دھڑا دھڑ عیسائیت قبول کررہے ہیں، اس لئے سلطان حقیقتِ حال سے آگاہی کے لئے بے چین تھے، قسطنطنیہ میں مولانا کیرانوی کی آمد کی اطلاع پہنچی تو پادری فنڈر ترکی سے فرار ہوگیا، بعد میں سلطان نے اہل علم کی ایک مجلس منعقد کرائی، جس میں مولانا کیرانوی نے مناظرہ آگرہ تفصیلات بیان کیں، سلطان نے آپ کی بہت قدر ومنزلت کی اور آپ کو خلعت

فاخرہ کے ساتھ تمغۂ مجیدی دوم عطا کیا، شیخ الاسلام شیخ احمد اسعد مدنی کی تجویز پر ''پایۂ حرمین'' کا خطاب دیا اور گراں قدر وظیفہ ماہانہ سے سرفراز فرمایا، سلطان عبدالعزیز نے آپ سے فرمائش کی کہ اس موضوع پر ایک جامع کتاب تحریر کریں، چنانچہ آپ نے اس موضوع پر معرکۃ آراء کتاب ''اظہار الحق'' لکھی جو رہتی دنیا تک آپ کی یاد تازہ رکھے گی، اور آج بھی اس موضوع پر اس سے جامع کتاب پیش نہیں کی جاسکی، ریاض یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر محمد احمد ملکاوی نے اس کتاب پر تحقیق وتخریج کا کام کیا جسے سعودی حکومت کے قائم کردہ دارالافتاء ریاض نے ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء میں چار جلدوں میں طبع کرا کے مفت تقسیم کیا، پھر ڈاکٹر ملکاوی نے ہی اس کا خلاصہ ''مختصر کتاب اظہار الحق'' کے نام سے تیار کیا جسے ۱۴۱۶ھ میں سعودی وزارت اوقاف نے ایک جلد میں طبع کرا کے تقسیم کیا۔ قیام قسطنطنیہ کے زمانے میں بعض اہل علم کے سوالات کے جواب میں ''تنبیہات'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا، آپ کی بعض کتابوں کے نام درج ذیل ہیں :

ازالة الاوهام، ازالة الشكوك، اعجاز عيسوى، احسن الاحاديث فى ابطال التثليث، بروق لامعه، البحث الشريف فى اثبات النسخ والتحريف، تقليب المطاعن، معيار الحق۔

مولانا کیرانوی علیہ الرحمہ نے سرزمین حجاز میں ایسے کارنامے سرانجام دیئے وہ نہ صرف عرب کے لئے بلکہ عالم اسلام کے لئے بھی سودمند ثابت ہوئے، آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مکہ مکرمہ میں ایک ایسی درس گاہ ہونی چاہئے جو عالم اسلام کو اپنے علمی فیضان سے سیراب کرے، چنانچہ آپ نے اپنے دوستوں اور خصوصاً حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے مشورہ کے بعد نواب فیض احمد خاں رئیس علی گڑھ ساکن مکہ مکرمہ کی رہائش گاہ کے ایک حصے میں مدرسہ قائم کردیا، چند سال بعد ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں کلکتہ کی ایک صاحب حیثیت خاتون صولت النساء بیگم حج وزیارت کے لئے آئیں تو ان کی مالی معاونت مدرسہ صولتیہ قائم ہوا جو مسجد الحرام کے حلقات دروس کے بعد اس صدی کے نصف اوّل کے مکہ مکرمہ کی دوسری بڑی درس گاہ ثابت ہوئی، مملکت حاشمیہ حجاز کے پہلے بادشاہ سید حسین بن علی حاشمی (متوفی ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء) نے اسی مدرسہ میں تعلیم پائی، نیز اس کے فارغ التحصیل علماء کرام مختلف اہم مناصب مفتی احناف، مفتی مالکیہ، مفتی شافعیہ، شیخ العلماء، شیخ الخطباء والائمہ، مدرس حرم، امام حرم، خطیب حرم، شیخ القراء، جسٹس، چیف جسٹس، وزیر اعظم، رئیس مجلس شوریٰ، شرعی عدالت کے جج اور بیت اللہ کے کنجی بردار وغیرہ پر فائز رہے۔

موجودہ دور میں سعودی حکومت کے اکابر علماء میں سے ایک اہم قلمکار، ندوۃ العالمیہ للشباب الاسلام، ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ (wamy) کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر مانع بن حماد الجھنی (متوفی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء) رقمطراز

ہیں :

''موجودہ صدی کے آغاز میں دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ایک عالم نے مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ قائم کیا جس نے دینی علوم کے فروغ میں شاندار خدمات انجام دیں''۔

(الموسوعة الميسرة فی الادیان والمذاهب والاحزاب المعاصرة، طبع سوم ۱۴۱۸ھ، دار الندوة العالمیه للطباعة والنشر والتوزیع الریاض، ج ۱، ص ۳۱۱)

ڈاکٹر موصوف نے جلدوں پر مشتمل اپنی اس تصنیف میں متعدد مقامات پر بہت سی باتیں بے بنیاد لکھ دیں ہیں، مذکورہ بالا عبارت ان میں سے ایک ہے، جب کہ اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ مدرسہ صولتیہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے قائم کیا، جس کا دارالعلوم دیوبند سے کسی بھی نوعیت کا کوئی تعلق نہ تھا، اور یہ مدرسہ موجودہ صدی کے آغاز کی بجائے گزشتہ صدی کے آخر میں قائم ہوا۔ ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء میں مولانا کیرانوی اور پادری فنڈر کے درمیان آگرہ (ہندوستان) میں مناظرہ ہوا، جس کی روئیداد عربی، اُردو وغیرہ زبانوں میں شائع ہو چکی ہے، اس مناظرہ میں عیسائی مناظرہ کو شکست فاش ہوئی، آگرہ کی وجہ سے انگریز حکمران مولانا کیرانوی پر برہم تھے، اس پر مزید یہ کہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولانا نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جس پر انگریزوں نے آپ کی جائیداد ضبط کر کے آپ پر فوجداری مقدمہ چلانے کا حکم دے کر مولانا کی گرفتاری پر انعام مقرر کر دیا، چنانچہ آپ ہندوستان سے ہجرت کر کے یمن کے راستے ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء میں مکہ مکرمہ پہنچ گئے، انگریز حکمرانوں نے ہندوستان میں مولانا کیرانوی کی تمام جائیداد واملاک ۳۰ رجنوری ۱۸۶۴ء کو نیلام کر دی۔

(امام احمد رضا محدث بریلوی اور علماء مکہ مکرمہ، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء، ص ۲۸، بحوالہ اعلام الحجاز، ج ۲، ص ۲۹۳ - سیر وتراجم، ص ۱۰۸-۱۱۲)

ڈاکٹر مانع تسلیم کرتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کا قیام ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں عمل میں آیا (الموسوعة الميسرة، ج ۱، ص ۳۰۸) لہٰذا اُوپر دیئے گئے حقائق کی روشنی میں یہ بات پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا کیرانوی دارالعلوم دیوبند کے قیام سے آٹھ سال پہلے ہندوستان چھوڑ چکے تھے، اور پھر لوٹ کر نہیں آئے تا آنکہ مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ دارالعلوم کے قیام کے زمانہ میں آپ کی عمر ۴۹ برس سے زائد تھی اور آپ مسجد الحرام مکہ مکرمہ تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے اور نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام میں آپ کے علم وفضل کا طوطی بول رہا تھا، چنانچہ یہ دعویٰ کہ مولانا کیرانوی نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی یا اس کے قیام میں کسی قسم کی معاونت کی، یا یہ کہ اس دارالعلوم کے کے فارغ التحصیل کسی عالم نے مدرسہ صولتیہ کی بنیاد رکھی، سراسر بے بنیاد

ہے۔

مولانا کیرانوی علیہ الرحمہ نے جب مکہ مکرمہ میں وفات پائی، اس وقت مدرسہ صولتیہ پورے جزیرۂ عرب کا سب سے اہم مدرسہ بن چکا تھا، آپ کے بعد آپ کے بھائی کے پوتے مولانا محمد سعید بن محمد صدیق بن علی اکبر بن خلیل الرحمٰن کیرانوی علیہ الرحمہ (پ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء۔ف ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء) نے مہتمم مدرسہ کی ذمہ داری سنبھالی۔ مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کی معروف کتاب ''تقدیس الوکیل'' پر مولانا محمد سعید علیہ الرحمہ کی تقریظ موجود ہے، علاوہ ازیں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کی اختلافی مسائل پر فیصلہ کن کتاب ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کا پہلا اڈیشن انہی مولانا محمد سعید کے اہتمام سے مکہ مکرمہ سے شائع ہوا، جو ان کے اہل سنت ہونے کی بیّن ثبوت ہے۔

علاوہ ازیں مدرسہ صولتیہ کے مدرس اوّل مولانا حضرت نور افغانی پشاورہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء) اور مدرس دوم مولانا عبدالسبحان رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کی کتاب ''تقدیس الوکیل'' پر تقریظ لکھی، امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے خلیفہ علامہ سید احمد ناضرین مدرس اور شیخ عبدالرحمٰن دھان حنفی مکی مدرس اوّل رہے، جن علماء مکہ مکرمہ نے مسجد الحرام میں اور بعد ازاں مدرسہ صولتیہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے تعلیم پائی اور پھر مسلک اہل سنت پر اپنی تحریریں یادگار چھوڑیں، ان میں مفتی احناف شیخ عبدالرحمٰن سرج مکی، مفتی احناف و چیف جسٹس شیخ عبداللہ سراج، شیخ الخطباء شیخ احمد ابوالخیر مرداد، قاضی مکہ شیخ ادھان، علامہ سید حسین دحلان، مفتی مالکیہ شیخ محمد عابد بن حسین مالکی، قاضی مکہ شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد شہید، مبلغ اسلام علامہ سید عبداللہ دحلان، قاضی جدہ علامہ سید محمد حامد احمد جداوی اور قاضی جدہ و مفتی احناف شیخ محمد صالح کمال حنفی کے اسماء گرامی اہم ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء میں مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو مدرسہ صولتیہ میں قیام فرمایا، اس وقت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ زندہ اور مدرسہ میں موجود تھے۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے زندگی کے آخری ایام میں محلّہ جیاد (مکہ مکرمہ) میں مدرسہ احمدیہ قائم کیا، جس میں تجوید و حفظ قرآن پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کی کتاب ''حسام الحرمین'' کے مقرظ (تقریظ لکھنے والے) قاری حافظ شیخ احمد مکی بنگالی رحمۃ اللہ علیہ اس کے مدرس و مہتمم تھے۔

سعودی عہد شروع ہوا تو اس مدرسہ کے ذمہ داران نے دیوبندیت اختیار کرلی اور انہی ایام میں مدرسہ کے

زوال کی ابتداء ہوئی، مولانا محمد سعید کیرانوی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے مولوی محمد سلیم کیرانوی (متوفی ۱۳۹۷ھ) کلی طور پر مدرسہ کے مہتمم ہوئے، ان کے بعد مولوی مسعود بن مولوی محمد سلیم کیرانوی اور پھر مولوی ماجد کیرانوی نے یہ ذمہ داری سنبھالی، ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں اس مدرسہ کے طلبہ کی تعداد ۶۴۳ تھی جو ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء میں گھٹ کر محض ۸۷ طلباء تک آ گئی، اس مدرسہ کا وجود آج بھی باقی ہے لیکن اعلیٰ تعلیم میں اس کا کردار ختم ہو کر رہ گیا ہے۔

(امام احمد رضا محدث بریلوی اور علماء مکہ مکرمہ، از محمد بہاء الدین شاہ، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۷ھ، ص ۲۷ تا ۳۰_۴۸)

مولانا کیرانوی کے عقائد

مولانا کیرانوی کے عقائد خود ان کی تحریروں سے واضح ہیں، چنانچہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۱۷ھ) کے مرید وخلیفہ مولانا عبدالسمیع بیدل رحمۃ اللہ علیہ (رام پور منہاراں ضلع میرٹھ، یوپی، ہندوستان) متوفی ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء، لکھتے ہیں کہ ''تصحیح عقائد اہل سنت کا حصہ میں نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی سے لیا، آپ میرے اساتذہ میں اوّل استاذ ہیں''۔

(انوار ساطعہ دربیان مولود وفاتحہ، طبع ۱۳۴۶ھ، مطبع مجتبائی دہلی، ص ۲۹۷)

۱۳۰۲ھ میں جب مولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ علماء دیوبند نے مسلک اہل سنت کے خلاف ایک فتویٰ جاری کیا تو مولانا عبدالسمیع میرٹھی نے اسی برس اس کی تردید میں ایک ضخیم کتاب ''انوار ساطعہ دربیان مولود وفاتحہ'' لکھ کر شائع کی، ۱۳۰۷ھ میں ''انوار ساطعہ'' کے دوسرے ایڈیشن پر ہندوستان بھر کے چوبیس اکابر علماء اہل سنت نے تقریظات لکھیں، ان میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ کی تقریظ بھی شامل ہے، جو درج ذیل ہے۔

تقریظ مجد دزماں پایہ حرمین شریفین شیخ العلماء

حضرت مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی مد اللہ ظلہ العالی مدی الایام واللیالی

اس رسالہ کو میں نے اوّل سے آخر تک اچھی طرح سنا، اسلوب عجیب اور طرز غریب، بہت ہی پسند آیا، اگر اس کے وصف میں کچھ لکھوں تو لوگ اُسے مبالغہ پر حمل کریں گے، اس لئے اُسے چھوڑ کر دعا پر اکتفا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اُس کے مصنف کو اجر جمیل اور ثواب جزیل عطا فرماوے، اور اس رسالہ سے منکروں کے تعصب بیجا کو توڑ کے اُن کو راہ راست پر لاوے اور مصنف کے علم اور فیض اور

تندرستی میں برکت بخشے اور میرے اساتذہ کرام کا اور میرا عقیدہ مولد شریف کے باب میں قدیم سے یہی تھا اور یہی ہے، بلکہ بحلف سچ سچ ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ ع بریں زیستم ہم بریں بگذرم اور عقیدہ یہ ہے کہ انعقاد مجلس بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو تغنی اور باجا اور کثرت روشنی بیہودہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر معجزات اور ذکر ولادت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جاوے اور بعد اس کے اگر طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے، اُس میں کچھ حرج نہیں بلکہ اس زمانہ میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے دین کی مذمت کرتے ہیں، اور دوسری طرف سے آریہ لوگ جو خدا اُن کو ہدایت کرے، پادریوں کی طرح بلکہ اُن سے زیادہ شور مچارہے ہیں، ایسی محفل کا انعقاد اُن شرط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کیں، اس وقت میں فرض کفایہ ہے، میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں کہ ایسی مجلس کرنے سے نہ رکیں اور اقوال بے جا منکروں کی طرف جو تعصب سے کہتے ہیں، ہرگز نہ التفات کریں، اور تعین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ حرج نہیں، اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علماء صالحین نے متکلمین اور صافیہ اور علماء محدثین نے جائز رکھا ہے، اور صاحب رسالہ نے اچھی طرح ان امور کو ظاہر کیا ہے، اور تعجب ہے ان منکروں سے، ایسے بڑھے کہ فاکہانی مغربی کے مقلد ہو کر جمہور سلف صالح کو متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے ایک ہی لڑی میں پرو دیا، اور اُن کو ضال مضل بتلایا اور خدا سے نہ ڈرے کہ اس میں اُن لوگوں کے استاد اور پیر بھی تھے، مثل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی اور اُن کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ دہلوی اور اُن کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین دہلوی اور اُن کے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی اور اُن کے نواسے حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی قدس اللہ اسرارہم سب کے سب اُنہیں ضال مضل میں داخل ہوئے جاتے ہیں، اُف ایسی تیزی پر کہ جس کے موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیار عجمیہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر، یا اللہ ہمیں اور ان کو ہدایت کر اور سیدھے رستہ پر چلا، آمین ثم آمین۔ اور وہ جو بعضے میری طرف نسبت کرتے ہیں کہ عرب کے خوف سے تقیہ کے طور پر سکوت کرتا ہوں اور ظاہر نہیں کرتا، بالکل جھوٹ ہے اور اُن کا قول مغالطہ دہی ہے، بحلف کہتا ہوں کہ میں نے کبھی حضرت سلطان کے سامنے جو میرے نزدیک خلاف واقع ہو اُن کی رعایت یا اُن کے وزراء و

امراء کی رعایت سے کبھی نہیں کہا بلکہ صاف صاف دونوں دفعہ میں جو میں بلایا گیا ہوں، کہتا رہا ہوں اور کبھی خیال نہیں کیا کہ حضرت سلطان المعظم یا اُن کے وزراء ناراض ہو نگے، اور میرا جھگڑا اور گفتگو جو عثمان نوری پادشاہ کہ بڑے مہیب اور زبردست تھے اور اپنے حکم کی مخالفت کو بدترین اُمور کا سمجھتے تھے، میری گفتگو سخت جو مجلس علم میں آئی تمام حجاز عالی خاص کرحرمین کو بڑے چھوٹے سب کے سب بخوبی جانتے ہیں، بلکہ اگر میں تقیہ کرتا تو ان حضرات منکرین کے خوف سے تقیہ کرتا، مجھے یقین ہے کہ جب اُن کے ہاتھ سے امام سبکی اور جلال الدین سیوطی اور ابن حجر اور ہزارہا علماءتقویٰ شعار خاص کر اُن کے استادوں اور پیروں میں شاہ ولی اللہ وغیرہ قدس اللہ اسرارہم نہ چھوٹے تو میں غریب نہ اُن کے سلسلہ استادوں میں شامل ہوں اور نہ سلسلہ پیروں میں، کس طرح چھوٹوں گا؟ یہ تو ہر طرح سے تفسیق اور بلکہ تکفیر میں قصور نہ کریں گے، پر میں اُن کی حرکات سے نہیں ڈرتا اور جو میرے ان اقوال کی تائید اور سند مؤلف رسالہ نے جابجا تحریر فرمائی ہے، اسی پر اکتفا کرتا ہوں، واللہ اعلم وعلمہ اتم فقط امر برقمہ وقال بفہمہ الراجی رحمۃ ربہ المنان محمد رحمت اللہ ابن خلیل الرحمٰن غفر لہما اللہ المنان۔

محمد رحمت اللہ ۱۲۵۳ھ

(انوار ساطعہ، مطبوعہ لاہور، سن طباعت ندارد، ص ۲۹۴ تا ۲۹۷)

انعقاد محفل میلاد کے بارے میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ کا عقیدہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا، اب دیوبندیوں کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیں :

مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا کہ "انعقاد مجلس میلاد بدون قیام (بغیر قیام) بروایت صحیح درست ہے یا نہیں۔

جواب۔ انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ کراچی، حصہ دوم، ص ۱۵۰)

سوال۔ محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے۔

جواب۔ ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔

(فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ کراچی، حصہ دوم، ص ۱۵۵)

تقریظ بر کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل"

تصنیف ۔ مولانا اس غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد اور نعت کے کہتا ہے، راجی رحمت رب المنان رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن غفر لہما الحنان کہ مدت سے بعض باتیں جناب مولوی رشید احمد صاحب کی سنتا تھا، جو میرے نزدیک وہ اچھی نہ تھیں، اعتبار نہ کرتا تھا کہ انہوں نے ایسا کہا ہوگا، اور مولوی عبدالسمیع صاحب کو جو اُن کو میرے سے رابطہ شاگردی کا ہے، جب تک مکہ معظمہ میں نہیں آئے تھے تحریراً منع کرتا تھا، اور مکہ معظمہ میں آنے کے بعد تقریباً بہت تاکید سے بالمشافہ منع کرتا تھا کہ آپس میں مختلف نہ ہوں، اور علمائے مدرسہ کو اپنا برا سمجھو، پر وہ مسکین کہاں تک صبر کرتا، اور میرا اعتبار نہ کرنا کس طرح ممتد رہتا کہ حضرات علمائے مدرسہ دیوبند کی تحریر اور تقریر بطریق تواتر مجھ تک پہنچی کہ تمام افسوس سے کچھ کہنا پڑا، اور چپ رہنا خلاف دیانت سمجھا گیا، سو کہتا ہوں کہ "میں جناب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا، مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے" جس طرف آئے اُس طرف اسا تعصب برتا کہ اُس میں اُن کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے رونٹا کھڑا ہوتا ہے، حضرت نے اوّل قلم اس پر اُٹھایا کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جماعت ہوئی ہو اُس میں دوسری جماعت گو بغیر اذان اور تکبیر کے ہو، اور دوسری جگہ ہو جائز نہیں، آپ کا اور آپ کے متبعین کا وہ حکم تو نہ تھا جو نجدیوں کا وقت حکومت مکہ معظمہ کے تھا کہ جو جماعت اوّل حاضر نہ اُس کو سزا دیتے تھے، سو آپ کا اور آپ کے متبعین کا ایسا حکم جاہلوں کے واسطے من وسلویٰ ہو گیا، کہ سب موسموں میں خاص کر شدت گرمی کے موسم میں عذر ہاتھ لگ گیا کہ عذر کے سبب اب تو جماعت فوت ہو گئی ہے، دوسری جماعت جائز نہیں، دکان اور گھر چھوڑ کر مسجد میں کس واسطے جاویں، اور علماء نے جو مخالف اُن کے لکھا کب سنتے تھے اپنی ہٹ پر روز بروز بڑھتے تھے۔

پھر ایک فاسق مردود کو جو اپنے کو حضرت عیسیٰ کے برابر سمجھتا تھا اور سب انبیاء بنی اسرائیل سے اپنے کو افضل گنتا تھا، اور اپنے بیٹے کو درجۂ خدائی پر پہنچاتا تھا، عیسیٰ اور موسیٰ اور پیغمبر علیہم السلام کا کیا ذکر ہے اور اس کے مرید تو کھلم کھلا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت بہاء الدین نقشبندی اور حضرت شہاب الدین سہروردی اور حضرت معین الدین چشتی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کو کہ جن کے سلسلوں میں لکھو کھہا صالحین اور ہزارہا اولیائے مقبول رب العالمین گزرے ہیں، کافر اور گم راہ

بتلاتا تھا، اور غجوائے

این سلسلہ از طلائے ناب است   این خانہ تمام آفتاب است

بابھائی اس مردود کا دنیا کی کمائی کے لئے اور ہی طریقہ برتتا ہے، اور دوسرا چھوٹا بھائی اس کا امام الدین نامی چوہڑوں اور بھنگیوں کی پیغمبری کا دعوی کرتا ہے اور اُن کے نزدیک بڑا مقبول پیغمبر ہے، حضرت مولوی رشید احمد اس مردود کو مرد صالح کہتے تھے، اور جو علماء اس مردود کے حق میں کچھ کہتے تھے، مولوی رشید احمد اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے تھے اور کہتے تھے مرد صالح ہے، الحمدللہ کہ خدائے تعالی نے اس کو جھوٹا کیا، اور بیٹے کے حق میں جو دعوی کرتا تھا اس میں بالکل ہی جھوٹا کیا۔

پھر حضرت مولوی رشید احمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کی طرف متوجہ ہوئے، اور اُن کی شہادت کے بیان کو بڑی شدت سے محرم کے دنوں میں گو کیسا ہی روایت صحیح سے ہو، منع فرمایا، اور حالانکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے جناب مولانا اسحٰق مرحوم تک عادت تھی کہ عاشورے کے دن بادشاہ دہلی کے پاس جا کر روایات صحیح سے بیان حال شہادت کرتے تھے، سو یہ سب اُن کے مشائخ کرام واساتذہ عظام میں ہیں، سو آپ کے تشدد کے موافق اِن مشائخ کرام واساتذہ عظام کا جو حال ہے وہ ظاہر ہے، اور میرے نزدیک اگر روایات صحیحہ سے حال شہادت کا بیان ہو، تو فائدہ سے خالی نہیں، میں نے خود تجربہ کیا ہے کہ جب میں ہندوستان میں تھا اور عاشورے کے دن حال شہادت کا بیان کرتا تھا، اُس مجلس میں کم سے کم ہوں تو ہزار آدمی سے زیادہ ہی ہوتے تھے، اور اس بیان شہادت میں تعزیوں کے بنانے کی برائی اور جو رسوم اور بدعات تعزیوں کے سامنے کی جاتی ہے اُن کی برائی بیان کرتا تھا، اور اس میں تین فائدے تھے، اوّل یہ کہ میں چھ گھڑی دن چڑھے اس وعظ کو شروع کرتا تھا اور دو پہر تک اس مجلس کو ممتد بناتا تھا، سو ہزار سے زیادہ آدمی تعزیوں کے دیکھنے اور ان رسوم اور بدعات کے کرنے سے رُکے رہتے تھے۔ دوسری یہ کہ اُس بستی میں ساٹھ تعزیے بنتے تھے، جن میں دو شیعوں کے اور اٹھاون اہل سنت وجماعت کے، سو اٹھاون میں سے دو ہی برس میں اکتیس کم ہو گئے تھے، دو برس بعد غدر پڑ گیا اور میں ہندوستان سے نکل کھڑا ہوا، اُمید کہ ایک برس اگر رہنا میرا اور ہوتا تو یہ ستائیس جو اٹھاون میں سے باقی تھے یہ بھی موقوف ہو جاتے۔ تیسرے یہ کہ ہزار آدمیوں سے اونچے کو بلا واسطہ اور ہزاروں مرد اور عورت اور بچوں کو بواسطہ ان ہزار کے برائی تعزیہ کی اور اُن بدعات کی معلوم ہو جاتی تھی، پر شکر کرتا ہوں کہ حضرت رشید نے حرمت بیان

شہادت پر قلم اُٹھایا، اور شہادت کے باطل کرنے پر لب نہ کھولی، پھر حضرت رشید نے جونواسے کی طرف توجہ کی تھے اُس پر بھی اکتفا نہ کر کے خود ذات نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف توجہ کی، پہلے مولود کو کنھیا کا جنم اشٹمی ٹھہرایا اور اُس کے بیان کو حرام بتلایا اور کھڑے ہونے کو گو کوئی کیسے ذوق وشوق میں ہو بہت بڑا منکر فرمایا، اس ٹھہرانے بتلانے فرمانے سے لکھو کھہا علماء صالحین اور مشائخ مقبول رب العٰلمین اُن کے نزدیک بُرے نرتی ٹھہر گئے، پھر ذات نبوی میں اس پر بھی اکتفا نہ کر کے اور امکان ذاتی سے تجاوز کر کے چھ خاتم النبیین بالفعل ثابت کر بیٹھے، اور امکان ذاتی کے باعتبار تو کچھ حد ہی نہ رہی اور اُن کا مرتبہ کچھ بڑے بھائی سے بڑا نہ رہا، اور بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کہیں کم تر ہے، اور اسی عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا، پھر اس توجہ پر جو ذات اقدس نبوی کی طرف تھی اکتفا نہ کیا ذات اقدس الٰہی کی طرف بھی متوجہ ہوئے، اور جناب باری تعالیٰ کے حق دعویٰ کیا کہ اللہ کا جھوٹ بولنا ممتنع بالذات نہیں بلکہ امکان جھوٹ بولنے کو اللہ کی بڑی وصف کمال کی فرمائی، نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات، میں تو ان امور مذکورہ کو ظاہر اور باطن میں بہت برا سمجھتا ہوں، اور اپنے محبین کو منع کرتا ہوں کہ حضرت مولوی رشید کے اور اُن کے چیلے چانٹوں کے ایسے ارشادات نہ سنیں، اور میں جانتا ہوں کہ مجھ پر بہت کھلم کھلا تبرا ہوگا، لیکن جب جمہور علماء صالحین اور اولیائے کاملین اور رسول رب العٰلمین اور جناب باری جہاں آفرین اُن کی زبان اور قلم سے نہ چھوٹے تو مجھے کیا شکایت ہوگی۔

قصبہ گنگوہ مدت ہائے دراز تک محل اولیائے کرام چشتیہ صابریہ کا رہا، اُن میں سے ایک ناپاک اللہ بخش نامی بعد مرنے کے خلق کے نزدیک ایسی روح نجس موذی مشہور ہوا کہ صدہا کوس تک اُس کی ایذا سے خلق ڈرتی ہے، کیا اُس کی روح نجس کے سبب ان اولیا کو جو بکثرت ہوئے بُرا کہہ سکتا، حاشا وکلا وہ تو اپنی زندگی جہل کے سبب بڑا اعتبار نہ رکھتا تھا، خوف یہ ہے کہ اگر کوئی بڑا اعتبار والا حضرت گنگوہ میں نکل کھڑا ہو تو اُس سے کتنا خوف ہوگا، اور جیسا کہ مشکوٰۃ المصابیح میں کتاب الامارہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے **نعوذ باللہ من رأس السبعین و امارۃ الصبیان**، میں بھی اس زمانے کے حالات اور حضرت رشید اور اُن کے چیلے چانٹوں کی تقریر اور تحریر سے پناہ مانگتا ہوں، جو اس مقدمہ میں وہ کچھ میرے اوپر تحریر کریں گے، تین سبب سے اُس کے جواب کی طرف التفات نہ کروں گا، اوّل یہ کہ شدت کا ضعف ہے، اور مجھ میں طاقت اِن چیزوں کی طرف توجہ کی ہی نہیں،

دوسری یہ کہ اس امر میں توجہ مصلحت زمانہ کے بالکل مخالف ہے، تیسری یہ کہ اور بہت اللہ کے بندے اُن کے مقابلہ پر کھڑے ہیں، باقی رہی اور دو بات، ایک یہ کہ فرماتے ہیں بموجب خواب کسی شخص کے کہ علمائے دیوبند کے علمائے حرمین سے افضل ہیں، سبحان اللہ چھوٹا منہ بڑی بات، شیخ عبدالرحمٰن سراج نے بیس برس منصب افتا پر قیام کیا، اس بیس برس میں صغیر اور کبیر موافق مخالف اُن کے دیانت کے قائل ہیں، اُن سے پہلے سید عبداللہ مرغنی جو مفتی تھے، اُن کی دیانت امانت بھی ضرب المثل ہے، اور اکثر علمائے صالحین یہاں موجود ہیں، گو بعض غیر صالحین بھی یہاں موجود ہیں، بعض کی خطا سے اکثر کے حق میں بدگمان ہونا شان مسلم نہیں، دوسرے یہ کہ فرماتے ہیں مسجد الحرام میں ایک عالم نابینا سے مولود کا حال پوچھا گیا، انہوں نے کہا (بدعت و حرام)، شاید وہ نابینا مولوی محمد انصاری سہارنپوری ہوں گے جو تقیہ سے نام اُن کا نہیں لیا، کہ اُن کو مکہ کا ہر صغیر و کبیر اہل علم برا کہتا ہے، یا اور کوئی ایسا اندھا عقل اور بینائی کا ہوگا، سبحان اللہ خواب ایک شخص مجہول سے دیوبند کے علماء حرمین کے علماء سے افضل ٹھہریں اور ایک بینائی کے اندھے کے کہنے سے، جو حقیقت میں وہ عقل کا بھی اندھا ہے، مولود بدعت اور حرام ٹھہر جائے، اس پر مجھے ایک نقل یاد آئی کہ مداری فقیروں میں کہ اکثر اُن میں کے رند و بدمذہب ہوتے ہیں، گو شاذ و نادر بعض اُن میں کے اچھے بھی ہوں ایک اپنے مرید کو کہتا تھا کہ بعد کچھ خدمت کے تجھے ایک نکتہ فقیری کا بتاؤں گ، بعد چند مدت کے اُس نے خدمت کر کے جو نکتہ پوچھا تو کہا کہ مولیٰ، محمد، مدار، تینوں کے اوّل میں میم ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ تینوں کا درجہ ایک ہی رہا، دوسرا نکتہ تجھے بعد اور کچھ خدمت کے بتاؤں گا، بعد گزرنے مدت اور کرنے خدمت کے جو دوسرا نکتہ پوچھا تو کہا کہ مکہ، مدینہ، مکھن پور تینوں کے اوّل میں میم ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ تینوں آپس میں برابر ہیں، اُس رند نے مکہ، مدینہ، کو مکھن پور کے برابر بتلایا تھا، حضرت مرجح نے بفحوائے ''ہر کہ آمد برآں مزید کرد'' دیوبند کو مکہ مدینہ دونوں سے افضل ٹھہرا لیا دیا، کیوں نہ ہو شاباش۔ ع ''ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند''

اور دوسری بات یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں انوار ساطعہ کے جواب میں کوئی فقرہ نہ ہوگا کہ اُس کے مصنف کو صراحۃً کلمات فحش سے یاد نہ کرتے ہوں، اس پر مجھے دوسری نقل یاد آئی کہ جامع مسجد (جامع مسجد دہلی کے علاقہ) کے شہدے کہ رندی اور گالی گلوچ بکنے میں مشہور ہیں، اُن میں سے ایک کی بیعت کا جو میں نے حال سنا تو معلوم ہوا کہ اُس کے مرشد نے وقت بیعت لینے کے یہ

کہا تھا کہ سن لے جو اکھیلو، گالی گلوچ بکیو پر کاف لام سے رُکیو، سن کر کے یہ مضمون میری سمجھ میں نہ آیا، میں نے اُن کے ایک معتبر سے پوچھا کہ اس قول کے کیا معنی ہیں؟ کہا کاف سے مراد کسی کو کافر کہنا اور لام سے لعنت کرنا، سبحان اللہ جامع مسجد کے شہدے کافر کہنے اور لعنتی کہنے کو ایسا بڑا سمجھیں اور براہین قاطعہ کے مصنف انوار ساطعہ کے مصنف کو مشرک اور کافر بتلاویں، بعض جگہ چیزوں میں مشہور ہیں، جیسی میری بستی کرانہ اور نانوتہ جس کے رہنے والے مولوی قاسم اور مولوی یعقوب وغیر ہما تھے، نحوست میں مشہور ہے کہ عوام صبح کو اُن کا نام بھی نہیں لیتے، کرانہ کو بیریوں والا شہر اور نانوتہ کو چھوٹا شہر کہتے ہیں، اور کری اور کاندہلہ اور رانیٹھ جو حمق میں مشہور ہیں، اور ان بستیوں کے اہالی میں کچھ نہ کچھ تاثر ہوتے ہیں، میری بستی کی تاثیر میرے میں یہ ہوئی کہ ایسا زمانہ نحوست دیکھا، اللہ تعالیٰ مولوی خلیل احمد کو اُن کی بستی کے خواص سے بچاوے اور حضرت مولوی غلام دستگیر صاحب کو اُن کے رَد میں جزائے خیر عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔

(العبد محمد رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن غفر لہما المنان ۔۵/ ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ از مکہ معظمہ) مہر۔

محمد رحمت اللہ ۱۲۹۳ھ

مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ کے بعد آپ کے بھائی کے پوتے مولانا محمد سعید بن محمد صدیق بن علی اکبر بن خلیل الرحمٰن کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء) مدرسہ صولتیہ کے مہتمم ہوئے، کتاب ''تقدیس الوکیل'' پر آپ کی درج ذیل تقریظ بھی موجود ہے۔

''حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ رسالہ تقدیس الوکیل عن اہانۃ الرشید والخلیل پر علاوہ تصدیق حضرت مولانا و مولانا الکل حامی دین متین سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت مولانا الحاج المہاجر فی اللہ مولانا رحمت اللہ حافاہ اللہ جو مخاطب الخطاب پایہ حرمین شریفین ہیں زادہما اللہ تعالیٰ عزۃً و شرفۃً کے مفتیان اربعہ مذاہب مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی تصحیح و تعریف و تقریظ سے مزین ہوا، اور اب ابتدائے ربیع الاول ۱۳۰۸ھ میں جناب حاجی صاحب پیشوائے سالکان شریعت و طریقت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ نے بھی اس رسالہ کی تلخیص تحریر پر اپنے دستخط خاص سے تصدیق تسطیر فرمائی اور اس کے مؤلف کے حق میں امداد دعا لکھ کر اپنی مہر شریف اس پر ثبت کی، ایسے جلسہ میں جہاں اکثر مولوی صاحبان و دیگر طالبان طریق خدا دانی مفتیان سلسلہ عالیہ حاضر تھے، چنانچہ آپ کی تقریظ اور مہر کے نیچے مولانا انوار اللہ صاحب جو مشاہیر علمائے حیدر آباد و استاذ نظام ریاست

موصوفہ ہیں، اور نیز مولوی سید حمزہ صاحب (شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی) وغیرہ ہمامریدان حضرت حاجی صاحب موصوف وممدوح نے اپنے تصحیحات ومواہیر درج کیں، الحق یعلو ولا یُعلیٰ کامضمون خوب ظاہر ہوا، اَب غالب اُمید ہے کہ مولوی رشید احمد وخلیل احمد صاحبان مع دیگر ہم مشربوں اور مؤیدین کے اپنی خطاؤں سے باز آئیں گے، اور ہٹ دھرمی نہ فرمائیں گے، کیونکہ ان کے خطا حضرت مولانا صاحب پایہ حرمین شریفین کی شہادت صادقہ سے جن کی حقانیت وتبحر علم وفضل کا ان کو خود اقرار ہے جیسا کہ بجاہائے متعددہ براہین قاطعہ میں اس کا اشتہار ہے اور نیز اُن کے پیر ومرشد جناب حاجی صاحب موصوف وممدوح کی ارشاد سے ثابت ہو گئے ہیں، اور کوئی شک وشبہ مردود ہونے اعتقاد امکان کذب باری تعالیٰ وامکان نظیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتصریح قلت علم سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان لعین کے علم سے معاذ اللہ وغیر ذلک من المفوات ہیں نہیں رہا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق اشتہار توبہ نصوح رفیق فرماوے اور ناحقہ فساد کو رفع ودفع کرے، آمین یا رب العلمین۔

محررہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ از مکہ معظمہ مدرسہ صولتیہ العبد محمد سعید عفی عنہ

محمد سعید مطیع۔۱۳۰۸ھ

مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا محمد سعید کی ان تحریرات کے بعد بھی اگر حلقہ دیوبند اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ مولانا کیرانوی ہمارے ہم عقیدہ وہم مشرب تھے تو یہ ان کی خود فریبی ہے۔

تقریظ مولانا حضرت نور افغانی پشاوری مہاجر مکی (متوفی ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء)

مدرس اوّل مدرسہ صولتیہ مکہ کرمہ

"عربی رسالہ جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کا جواب میں براہین قاطعہ کے من اولہا الیٰ آخرہا جناب مولوی رحمت اللہ صاحب نے سنا، اور مین نے سنایا، سننے کے بعد آپ نے اس کے مضامین کی تائید میں تقریظ مرقومہ بالا اپنی زبان فیض بیان سے فرمائی، اور اس کے آخیر میں اپنی مہر کرائی۔

(العبد حضرت نور، مدرس اوّل مدرسہ ہندیہ مکیہ۔تحریر ۱۷ ماہ ذی قعدہ)

(العبد عبد السبحان عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ ہندیہ واقعہ مکہ معظمہ)

(تقدیس الوکیل، مطبوعہ لاہور، ص ۴۲۲، ۴۲۳)

وفات

مبلغ اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی پچھتر برس کی عمر میں ۲۲ رمضان ۱۳۰۸ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، جنت المعلی میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا کے جوار میں دفن ہوئے، آپ کے ساتھ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، شیخ الدلائل مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی، مولانا عزیز بخش بدایونی، مولانا حضرت نور افغانی، مولانا عبداللہ غازی، اور نواب عبدالعلی رئیس چھتاری ضلع بلند شہر کی آخری آرام گاہیں ہیں، آپ کی کوئی اولاد نہ تھی اس لئے آپ کے برادرزادہ مولانا محمد سعید عثمانی مدرسہ صولتیہ کے مہتمم ہوئے۔

(تجلیات مہر انور، از شاہ حسین گردیزی، مطبوعہ مکتبہ مہریہ گولڑا شریف، اسلام آباد ۱۹۹۲ء، ص ۳۱۸، ۳۱۹)